اسلامی ریاست کے نظام تعلیم کا جائزہ کلام اقبال کی روشنی میں

A review of the education system of the Islamic State in the light of Iqbal's words

Shahrukh Khan
MPhil scholar NUML University, Islamabad.
shahrukhabbasi0307@gmail.com

Noshen Akhtar
MPhil scholar Riphah International University, Islamabad.

ABSTRACT

This article explores the multifaceted role of Allama Iqbal as both a celebrated poet and a dedicated advocate of Islam. Through an analysis of his poetry, the paper examines how Iqbal presents Islam as a solution to contemporary challenges, emphasizing the concept of an Islamic state infused with divine principles. Additionally, it delves into Iqbal's advocacy for the integration of modern sciences into society, highlighting their importance for educational and societal advancement. The abstract also discusses Iqbal's efforts to merge religious and modern sciences, urging the youth to embrace these disciplines amidst prevailing materialism. Furthermore, it underscores the critical role of education within an Islamic state, as emphasized by Iqbal, who advocates for a balanced approach encompassing both religious and scientific education. Through an exploration of Iqbal's writings, the article elucidates the educational responsibilities of an Islamic state and its contribution to the advancement of both modern and religious sciences. Key terms: Allama Iqbal, Islam, poetry, Islamic state, modern sciences, religious sciences, education.

ریاست کا مفہوم

لغوی اعتبار سے ریاست عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ اردو اور فارسی میں بھی اس ہی معانی میں استعمال ہوتا ہے عربی میں ریاست کا مادہ رائس سے ہے اور اسی سے رائیس یا رائس کا اطلاق بلند و مرتبہ اول مقام صی ت ہے ہوتا ہے۔

مولانا مودودی اپنی کتاب اسلامی ریاست میں اسکی اصطلاحی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

"ریاست وہ ہیت سیاسی ہے جس کے ذریعے ایک ملک کے باشندے ایک باقاعدہ حکومت کی شکل میں اپنا اجتماعی نظم قائم کرتے ہیں ااور اسے قوت قاہرہ اور قوت نافذہ کا امین قرار دیتے ہیں"۔

قوت قاہرہ سے مراد وہ قوت ہے جو اجتماعی طور پر اقتدار کی طاقت بخشتی ہے اور قوت نافذہ کے جو ریاست قائم ہوئی ہے اس پر احکامات نافظ کیے جا سکے اور اک مضبوط اجتماعی نظام قائم ہوں جہاں انصاف قائم کیا جا سکے۔ اسلامی ریاست اسلام نے اپنی پوری تاریخ میں ریاست کی اہمیت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا۔ انبیاء کرامؑ وقت کی اجتماعی قوت کو اسلام کے تابع کرنے کی جدوجہد کرتے رہے۔ ان کی دعوت کا مرکزی تخیل ہی یہ تھا کہ اقتدار خدا اور صرف خدا کے لیے خالص ہو جائے اور شرک اپنی ہر جلی اور خفی شکل میں ختم کر دیا جائے[1]۔

ان میں سے ہر ایک کی پکار یہی تھی کہ:

﴿وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾[2] ("انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں")

ان میں سے ہر ایک نے خدا کے نمائندہ کی ح سے اپنی قوم سے مطالبہ کیا کہ:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴾[3] ("پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔")

خدا کے ان فرستادہ بندوں نے زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح کے لیے جدوجہد کی، تاکہ خدا کی زمین پر خدا کا دین قائم ہو، اور اسی کا قانون جاری و ساری ہو۔ ان کی یہ جدوجہد پوری زندگی کی اصلاح کے لیے تھی اور ریاست کی اصلاح ان ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ تھا۔ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داوٗدؑ حضرت سلیمانؑ اور حضور ﷺ نے باقاعدہ اسلامی ریاست قائم بھی کی اور اسے معیاری شکل میں چلایا بھی۔ بائبل اور تلمود کے مطالعے سے دوسرے انبیاے بنی اسرائیل کے بارے میں بھی اس کی شہادت ملتی ہے کہ انھوں نے ریاست کے ادارے کی اصلاح کی کوشش کی اور غلط قیادت پر بھرپور تنقید کی۔[4]

تعلیم کا مفہوم

تعلیم کا لفظ "علم" سے نکلا ہے جس کا مطلب کسی چیز کا جاننا اور حقیقت کا ادراک ہے۔ "تعلیم" کا لغوی مطلب سکھانا، پڑھانا اور تربیت دینا ہے۔ اصطلاحی طور پر تعلیم کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یہ مادی و روحانی ضروریات کے تناظر میں زمانے کی تبدیلیوں کو سمجھنے اور فکری صلاحیتوں کو بہتر بنانے کا عمل ہے۔ انگریزی میں اسے "Education" کہا جاتا ہے، جس کا مطلب معلومات جمع کرنا اور پوشیدہ صلاحیتوں کو نکھارنا ہے۔ تعلیم ایک ایسا عمل ہے جس سے فرد اور قوم

---

1 مولانا مودودی، اسلامی ریاست (اسلامی پبلیکیشنز لاہور، نومبر ۲۰۱۴ء)، ص ۲۳۔

2 الأعراف: 65

3 الشعراء: 108

4 مودودی، اسلامی ریاست، ص ۱۹۔

خود آگاہی حاصل کرتی ہے اور اس قوم کے افراد کے احساس وشعور کو نکھارتی ہے۔ اس کے ذریعے نئی نسل کو زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے اور انہیں زندگی کے مقاصد و فرائض سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ تعلیم کے ذریعے ایک قوم اپنے ثقافتی، علمی، ذہنی اور فکری ورثے کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرتی ہے۔ کسی قوم کے عادات و اطوار اور اہداف و مقاصد بھی اسی کے ذریعے ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے ہیں۔ تعلیم ایک ہمہ گیر عمل ہے اور ایک قوم کی زندگی کا انحصار اسی پر ہوتا ہے[5]۔

قرآن کریم کی تقریباً 78 ہزار الفاظ میں سب سے پہلا لفظ جو اللہ عزوجل نے سیدی رسول اللہ (ﷺ) کے دل پر نازل فرمایا، وہ "اِقْرَاْ" ہے، یعنی پڑھو۔ مزید یہ کہ قرآن کی 6 ہزار آیتوں میں پہلی پانچ آیات سے بھی علم اور قلم کی اہمیت واضح ہوتی ہے[6]۔

علم کی فضیلت اور عظمت، ترغیب و تاکید مذہب اسلام میں ایک منفرد انداز میں بیان کی گئی ہے اور تعلیم و تربیت اس دین کا لازمی حصہ ہیں۔ سیدی رسول اللہ (ﷺ) اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ علم کے حصول کی ترغیب دیتے تھے۔ غزوہ بدر کے موقع پر، آپ (ﷺ) نے ہر اس اسیر کو آزاد کر دیا جس نے مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ اس سے علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے[7]۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اہل علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ﴾[8] (اللہ عزوجل تمہارے ایمان والوں اور ان کے جن کو علم دیا گیا، درجات بلند فرمائے گا، اور اللہ عزوجل تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔)

مغربی نظام تعلیم

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی — رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار — انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ[9]

---

5 تفصیل کے لیے دیکھیے: سانول عباسی، تعلیم و مقصد تعلیم، مئی ۲۰۱۷ء، مکالمہ ڈاٹ کام، Thursday 18 March 2023 , 10:30 pm

6 تفصیل کے لیے دیکھیے: اسماعیل خان نیازی، علم کی ضرورت و اہمیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں، فروری ۲۰۰۲ء، مراۃ الصارفین، Thursday 18 March 2023 , 10:30 pm

7 تفصیل کے لیے دیکھیے: سماعیل خان نیازی، علم کی ضرورت و اہمیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں، مراۃ الصارفین، Thursday 18 March 2023 , 10:30 pm

8 المجادلۃ: 11

9 اقبال، کلیات اقبال، ص ۵۳۷۔

مغربی تعلیم خصوصاً وہ تعلیم جو یورپ نے مشرق میں رائج کیا اس نے والدین کو ہی جدید سانچوں میں ڈھال دیا۔ آگے جو اولاد ہوئی اسے مزید ترقی پسند ہونا ہی تھا۔ چنانچہ اقدار ملیامیٹ ہوئیں، ضمیر بے جان، بے روح، حیا غائب ہو گئ۔ نوجوان اور مرد، عورتوں کی طرح تن کی آرائش وزیبائش میں مصروف ہو گئے۔ عورتیں شوخ چشم، عیاش، دین سے دور اور شعور سے محروم ہو گئیں۔ مغربی تہذیب وتمدن نے عورت کو شرم وحیااور تقدس کے زیور سے محروم کر دیا۔ مغرب زدہ انتہا پسند عورت کو ماں بننے سے نفرت ہو گئ۔ اب عورت آزادئ نسواں کے جوش میں خود کسب معاش میں مصروف ہے اسے اس بات کی فرست ہی نہیں ملتی کہ وہ اپنے مہربان ہاتھوں سے اولاد کو تربیت دے سکے۔ اس ضمن میں اقبال فرنگی تہذیب کی اس آزادی پر اس طرح تنقید کرتے ہیں۔

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ امومت   ہے حضرت انسان کے لیے اسکا ثمر موت[10]

انگریزی تہذیب کی بدولت مسلمانوں کے ذہن میں مادر پدر آزادی کا جو تصور بس چکا ہے۔ اس کے مضمر اثرات کا ذکر کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ آج کا مسلمان اتنا سرکش ہو گیا ہے کہ کسی میں اسکو روکنے کا حوصلہ نہیں ہے اگر کوئی اس کو روکنے کی کوشش کرے تو وہ کہتا ہے کہ آزادی تو اللہ کا بخشا ہوا انعام ہے تم اس سے ہمیں کیوں روکتے ہو وہ اس قدر بے باک ہو گیا ہے کہ آزادی کے نام پر اگر کوئی بت نصب کر دے تو وہ یہ قبول کرنے پر بھی تیار ہو جائے گا۔

ہے کسی کی یہ جرات کہ مسلمان کو روکے   حریت افکار کی نصیحت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس   چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچہ اطفال بنا کر   چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا   اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد[11]

اقبال "بانگ درا" میں "تہذیب حاضر" کے عنوان سے مغربی تہذیب وتمدن اور اس کے مادر پدر آزادی کے اثرات مسلمانوں پر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

حرارت ہے بلا کی بادہ تہذیب حاضر میں   بھڑک اُٹھّا بھبُوکا بن کے مُسلم کا تنِ خاکی
کِیا ذرّے کو جُگنو دے کے تابِ مُستعار اس   کوئی دیکھے تو شوخی آفتابِ جلوہ فرما کی
نئے انداز پائے نوجوانوں کی طبیعت نے   یہ رعنائی، یہ بیداری، یہ آزادی، یہ بے باکی
تغیّر آگیا ایسا تدبّر میں، تخیّل میں   ہنسی سمجھی گئی گُلشن میں غُنچوں کی جگر چاکی

---

10 اقبال، کلیات اقبال، ص۵۵۸۔

11 ایضاً، ص523-524۔

کِیا گم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن — مناظر دِلکشا دِکھلا گئی ساحر کی چالاکی

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذّتیں کیا کیا — رقابت، خودفروشی، ناشکیبائی، ہوسناکی[12]

برطانوی دور میں برصغیر میں نظام تعلیم

مغربی تہذیب کی ایک اور سوغات مغربی تعلیمی نظام تھا۔ انیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں برطانوی حکومت نے سوچ سمجھ کر ہندوستان کے روایتی اسلامی اور ہندو تعلیمی نظام سے بدل کر ہندوستانی ذہن کا ایک اور دروازہ مغرب کی طرف کھول دیا اس طرح انگریزوں نے ہندوستانیوں کو اپنی معاشرتی تصورات، پارلیمانی، دستوری نظام حکومت اور قوم پرستی کے نظریات سے روشناس کروایا۔

ہر قوم کے تشخص کی بقا کے لئے ایک موزوں نظام تعلیم کی ضرورت ہے۔ جو اس کی قدروں سے ہم آہنگ ہو اور اس کے مادی تقاضوں کو پورا کر سکے یہی وجہ ہے کہ موجودہ دنیا میں آزاد ملکوں کے تعلیمی ڈھانچے اور ان کے اندر پڑھائے جانے والے مضامین میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ کسی زمانے میں اسلامی دنیا کے بہت سے حصوں میں نظام تعلیم ایک جیسا ہوا کرتا تھا بلکہ نصابی کتب بھی ایک ہی ہوا کرتی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی برادری کی روحانی قدریں ایک جیسی تھیں۔ جب اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے استعمار کا شکار ہوئے تو مغربی حکمرانوں نے وہاں اپنے اپنے ڈھب کے سکول اور کالج کھولے تاکہ محکوم قوموں کے تشخص اگر کلی طور پر ختم نہیں تو کم از کم ابھرنے سے روک دیا جائے۔

برصغیر میں نیا نظام تعلیم یک لخت نہیں بلکہ قسطوں میں جاری کیا گیا۔ انیسویں صدی کے شروع میں کلکتہ کے مضافات میں انگریزی مدرسے کھولے گئے۔ اس طرز تعلیم کی تحریک زیادہ تر راجا رام موہن رائے کی طرف سے ہوئی کلکتہ میں مقیم انگریزوں نے ابتدائی مدد فراہم کی۔ ۱۸۱۳ء کے بعد عیسائی پادریوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضات میں داخل ہوئے اور اپنے مذہب کی اشاعت کی دعوت دی گئی۔ ۲۷ پادریوں نے عیسائیت کی تبلیغ کی بہت سی تدبیریں کیں ان میں سرفہرست عیسائی مشنری سکولوں کا قیام تھا۔ جگہ جگہ مشنری سکول کھولے گئے۔ ان میں عام طور پر درسی مضامین پڑھائے جاتے اور انجیل کی تدریس کے لئے سکول کے ٹائم ٹیبل میں صرف ایک گھنٹہ رکھا جاتا لیکن دوسرے مضامین کی پڑھائی کے دوران عیسائیت کی تعلیم کے لئے گنجائش نکال لی جاتی۔ حکومت کے اعلیٰ کارکن مشنری سکولوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالحمید اپنی کتاب "اقبال بحثیت مفکر پاکستان" میں لکھتے ہیں۔[13]

۱۸۳۵ء لارڈ ولیم بنٹک کے دور حکومت میں ایک پرانے قضیے کا فیصلہ ہوا تصفیہ طلب معاملہ یوں تھا کہ ۱۸۱۳ء سے حکومت اپنی رعایا کی تعلیم کے لیے ایک معمولی سی رقم ہر سال کے لیے علیحدہ کر کے رکھ دیا کرتی تھی کئی سال تک تو

---

12 اقبال، کلیات اقبال، ص، ۲۲۵۔

13 عبدالحمید، اقبال بحثیت مفکر پاکستان (لاہور: اقبال اکادمی ۱۹۷۷ء)، ص ۷۱۔

یہ رقم یونہی پڑی رہی بعد میں اس سے پرانی کتابوں کو از سر نو چھپوائی کا اہتمام کیا گیا اس دوران ایک نئی بحث چھڑ گئی کہ بر صغیر برطانوی رعایا کو کس طرح کی تعلیم دی جائے پرانی یا نئی؟ حکومت کے بعض مقتدر کارکنوں نے اس بحث میں حصہ لیا اور بالاخر اس جھگڑے کا فیصلہ میکالے کی رائے کے مطابق نئی تعلیم کے حق میں ہوا۔[14]

اس نئی تعلیم کا بنابنایا ڈھانچہ پہلے سے مشنری سکولوں کی صورت میں موجود تھا پھر اسی طرح کے سرکاری سکول کھلنے لگ گئے جہاں عربی پڑھائی جاتی تھی نہ فارسی اور نہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا کوئی نظام تھا۔ خاموشی سے یا کھلم کھلا یہ سکول عیسائیت کی اشاعت کے ادارے بھی تھے۔ مسلمانوں کو ان سے یک گونہ بد دلی تھی کیونکہ ان سے جو بچے تعلیم پا کر نکلتے وہ اپنے مذہب اور قومی روایات سے کھلے بندوں منحرف ہو جاتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کی کھلی اکثریت نے بچوں کو پرانی طرز کے سکولوں میں تعلیم دلوانا بہتر سمجھی تھی۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانوی دور میں کسب معاش کے تمام ذریعوں پر نئی تعلیم پانے والے طبقے قابض ہو گئے تھے جن م مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

۱۸۵۶ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت نئے تعلیمی نظام کو باقاعدہ بنیادوں پر استوار کیا گیا اور وسعت دی گئی اس نئے منصوبے کے تحت لندن یونیورسٹی کے نمونے پر یہاں پہلی یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ یونیورسٹیاں کلکتہ، بمبئی اور مدارس کے شہروں میں قائم ہوئیں ان میں انگریزی ادب فلسفہ اور مغربی تاریخ جیسے مضامین پر بہتزور دیا جاتا تھا۔ ان یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے والے افراد مغربی فلسفہ اور سیاسی نظریات سے واقف ہو جاتے تھے اگرچہ اس طبقے کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس زمانے کے حالات میں ان کا اسرورسوخ بہت زیادہ تھا۔ ۱۸۷۵ء میں جب ان یونیورسٹیوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے کل چھ سو افراد نے ڈگریاں حاصل کی تھیں اور ان ڈگری پانے والوں میں سے صرف انتیس مسلمان تھے ان اعداد سے یہی ثابت ہے کہ مسلمانوں کو نئے تعلیمی نظام سے کوئی عقیدت نہ تھی۔ مسلمانوں کا عام خیال یہ تھا کہ یہ تعلیم مسلمان کو نامسلمان بناتی ہے۔ مسلمانوں کے قومی تشخص کی بنیاد ان کا مذہب ہے۔ مغربی تعلیم اس تشخص کو واضح کرنے کی بجائے اس کے خدوخال کو مسخ کر کے رکھ دیتی ہے اس لئے بہتر ہے کہ مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی اہتمام کیا جائے تا کہ نوجوان اس تعلیم کے مذہب کش اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔[15]

مسلم علماء کی مغربی نظام تعلیم کے بارے میں رائے

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی **نقوش اقبال** میں لکھتے ہیں "مغربی نظام تعلیم در حقیقت مشرق اور اسلامی ممالک میں ایک گہرے قسم کی لیکن خاموش نسل کشی کے مترادف تھا مغرب نے ایک پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے

14 ایضاً، ص۱۸۔

15 عبدالحمید، اقبال بحثیت مفکر پاکستان، ص۱۹۔

کے فرسودہ اور بدنام طریقے کو چھوڑ کر اس کو اپنے سانچے میں ڈھال لینے کا فیصلہ کیا اور اس کام کے لئے جابجا مراکز قائم کیے جنکو تعلیم گاہوں کالجوں کے نام سے موسوم کیا"۔[16]

مغربی تعلیم کے خلاف یہ اعتراض تھا کہ اس سے الحاد پرور فضا پیدا ہوتی ہے جو طلبہ کو اپنی روایات سے بیزار کرتی اور اپنے ماضی سے بیگانہ بناتی ہے ناپختہ نوجوان ان اثرات کا مقابلہ نہیں کر پاتے اور اسلام دشمنی نظریات کا شکار ہو جاتے ہیں اقبال اس کی طرف بار بار اشارہ کرتے ہیں۔

خوش تو ہیں ہم بھی نوجوان کی ترقی سے مگر   لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم   کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ[17]

اقبال مغربی تعلیم کی سب سے بڑی خرابی یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لادینی ہے اور روحانی قدروں سے عاری ہے یہ نیوٹن کے سائنسی فلسفے پر مبنی ہے اس فلسفے کے مطابق کائنات میکانکی ہے۔ زندگی مادی چیز ہے حقیقت تک رسائی شرف عقل کے ذریعے ہی سے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے اور انسان کے سماجی، اقتصادی اور اخلاقی مسائل بالاخر علم و عقل ہی کے حوالے سے سلجھائے جاسکتے ہیں۔ اس نظام فکر میں وجدان کی، خدا کی، مذاہب کی، کوئی جگہ نہیں۔ اس میں کو ئی شک نہیں کہ مغرب میں اس مادی فلسفے نے صنعتی انقلاب بھی پیدا کیا اوراس کے علمی تجرباتی ذوق نے جدید سائنسی اور ٹیکنالوجی کی راہیں بھی ہموار کیں لیکن اس فلسفے پر مبنی جو سیکولر تعلیمی نظام سامراجی تسلط کے زمانے میں باقاعدہ طور پر میکالے نے برصغیر پاک و ہند میں رائج کیا اس میں اصل خوبیاں بھی نہیں تھیں یہ وہ علمی و سائنسی تجرباتی ذواق بھی پیدا نہ کر سکا جس سے مغرب نے مامادی طور پر فائدہ اٹھایا اس لیے اقبال نے میقالے کی رپورٹ پر بہت برہمی کا اظہار کیا ان کے نزدیک یہ رپورٹ انگریزوں کے لیے کلرک تو بنا سکتی ہے کسی قوم کی تعمیر و ترقی اس سے ممکن نہیں۔ اقبال کہتے ہیں۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال ان کی خودی کو   ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر موڑ[18]

اقبال ایسی تعلیم کے حامی ہیں جس میں عقل و وجدان کے عناصر یکساں ہوں اقبال نے ایسے کالجوں اور سکولوں سے فارغ التحصیل طلبہ کے متعلق کہاہے۔

اس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا   جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش[19]

16 ندوی، نقوش اقبال (سروسز بک کلب، ۱۹۸۳ء)، ص ۸۳۔

17 اقبال، کلیات اقبال، ص ۲۰۹۔

18 اقبال، کلیات اقبال، ص ۶۱۶۔

19 ایضاً، ص ۵۴۵۔

بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی نئی نسل ظاہری طور پر تو چمکدار ہے لیکن اس کی روح میں تاریکی اور پیاس ہے۔ وہ اپنی ذات سے انکار کرتے ہیں اور غیر ملکی عناصر کے زیر اثر ہیں جس کی وجہ سے ان کی صلاحیتیں عیش و آرام کی طرف مائل ہو گئی ہیں۔ ان کی امیدیں کمزور ہیں اور نئی تعلیمی ادارے ان کے دینی جذبات کو سلا رہے ہیں[20]۔

یہی زمانہ حاضر کی کائنات ہے کیا دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک [21]

گلہ تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے کہاں سے آئے صدا لاالہ الا اللہ [22]

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا[23]

اقبال کے خیال میں مغربی تعلیم انسان کو دہریت اور مادیت سے قریب اور اخلاق و مروت سے دور کرتی ہے۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروت کیخلاف[24]

مغربی تعلیم طالب علم کو صرف روزی کمانے کی فکر میں لگائے رکھتی ہے اور علم کے اصل مقصود سے بیگانہ رکھتی ہے۔ عہدوں، ملازمتوں اور اونچی کرسیوں کا حصول اس تعلیم کا مقصد ہے اس لیے موجودہ مدرسوں میں پڑھنے والا طالب علم زندگی میں مقابلے کی کھینچا تانی سے گھبرا جاتا ہے اور اس میں زندگی کی تکالیف اٹھانے کی کوئی سکت باقی نہیں رہتی۔ بقول اقبال

صرِ حاضر مَلک الموت ہے تیرا، جس نے قبض کی رُوح تری دے کے تجھے فکرِ معاش
دل لَرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا زندگی موت ہے، کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش
فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفّاش
مَدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو خلوَتِ کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش [25]

اس تعلیم میں علم کا فقدان ہے جو انسان کو اپنی معرفت سکھاتا ہے اور آدمی کو جانور نہیں بننے دیتا لیکن اس کے بجائے ان مدرسوں میں کھیل کود اور دوڑ دھوپ کا شور و غل زیادہ ہے طالبعلم اس کھیل کود کے ماحول کو خوشی کا سامان سمجھتے ہوئے اسی میں گم ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ عیش وقتی طور پر تو اس کے دل کو خوش رکھتا ہے لیکن زندگی میں نئے

---

20 دیکھیے؛ ندوی، نقوش اقبال، ص۸۷۔
21 اقبال، کلیات اقبال، ص۳۵۹
22 ایضاً، ص۳۳۸۔
23 ایضاً، ص۳۲۴۔
24 ایضاً، ص۵۴۸۔
25 ایضاً، ص۵۴۵۔

نئے غموں سے آشنا کر دیتا ہے۔ اس تعلیم کا مقصد طالب علموں کو روح سے آشنا کرانا نہیں بدن پالنے کے طریقے سکھانا ہے انسانی اقدار سکھانا نہیں۔

یہ مدرسہ یہ کھیل یہ غوغائے روارَو — اس عیشِ فراواں میں ہے ہر لحظہ غمِ نَو
وہ عِلم نہیں، زہر ہے احرار کے حق میں — جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو[26]

مغربی نظام تعلیم کم نظر ہے اس کی نظر میں گہرائی نہیں ہے۔ بقول اقبال

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی — اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر — چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام
مُردہ، 'لا دینیِ افکار سے افرنگ میں عشق — عقل بے ربطیِ افکار سے مشرق میں غلام[27]

علامہ اقبال کے نزدیک موجودہ تعلیمی نظام اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا ہے۔ یہ نسل کو ایسی تربیت فراہم نہیں کر سکا جو ان کی معلومات سے زندگی میں استفادہ کرنے اور ایک صالح معاشرے کی بنیاد رکھنے میں مدد دے۔ اس کے برعکس نئے تعلیم یافتہ افریقہ اور قطب شمالی کی نامعلوم سرزمینوں اور حیوانات و نباتات سے واقف ہیں لیکن انسانیت کی پہچان اور خودی کے عرفان سے بے خبر ہیں۔ وہ برق، بخارات، ایٹمی اور جوہری توانائی کا علم رکھتے ہیں لیکن اپنی ذاتی طاقت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ انہوں نے دنیا کو اپنے تابع کر لیا ہے، لیکن اپنے اوپر قابو نہیں پا سکے۔ وہ ہوا میں اڑتے اور پانی میں تیرتے ہیں، لیکن زمین پر انسان کی طرح چلنے میں ناکام ہیں۔

یہ سب کچھ موجودہ تعلیمی نظام کی وجہ سے ہے، جس نے لوگوں کا توازن غلط طریقے سے متاثر کر دیا ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ یہ بہت عجیب بات ہے کہ شمسی شعاع کو گرفتار کرنے والا اپنے مقدر کو چمکا نہیں سکتا، سیارگان کے نظام کو جاننے والا کسی راہ عمل پر نہیں پہنچ سکتا، اور سائنس کا محقق اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے میں ناکام ہے۔

ڈھُونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حِکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا — آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار — زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا[28]

اقبال کے تصور تعلیم کے مطابق جو نظام ڈھالا جائے گا اس میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا بچے کی فطری صلاحیتوں کی نشور نما ہو اور وہ اپنے آپ کو پہچاننے کی خودشناسی ہی خودی کی پہلی منزل ہے۔

---

26 اقبال، کلیات اقبال، ص۶۲۹۔

27 ایضاً، ص۵۴۳۔[

28 اقبال، کلیات اقبال، ص۵۳۱۔

طالب علم پر جبر کرنا اسے اسباق رٹوانا اور ہمارے موجودہ طریقہ امتحان کے لئے تیار کرنا اس کی فطری صلاحیتوں کو ختم کر دینا ہے۔ وہ خودی کے بلند بام پر چڑھنے کے قابل نہیں رہتا اور مادیت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔

اقبال کے نزدیک نظام تعلیم

اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد خودی کی بیداری اور استحکام ہے۔ اقبال ایک ایسے مثالی دارالعلوم کا تصور رکھتے تھے جس میں مسلمانوں کی تہذیب کا سانچہ تیار کیا جائے اور اسلام اس کی روح رواں ہو اس کے برعکس مغربی تعلیم نے مسلم نوجوانوں کی معنوی روح کو کچلنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اقبال کی نظر میں یورپ کا یہ تمدن جس کی بنیاد شہنشا شہنشاہیت، استعماریت اور قومیت پر ہے کل انسانیت کے لئے ایک مہلک مرض ہے خصوصاً نیشنلزم نے مغربی قوموں کو اتحاد دین کے باوجود ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا تھا۔

احساس اور اس کے لئے عصبیت کا نام قومیت ہے یہ وحدت کس طرح کی ہو سکتی ہے مغرب کے رائج شدہ نظریہ وطن کے علاوہ بھی "نسلی زبان اور ثقافت یعنی طرز بودوباش کو بھی وحدت کی اساس سمجھا جاتا ہے اسے اصطلاحاً نیشنلزم کہا جاتا ہے۔ نیشنلزم کا یہ عقیدہ یورپ میں کلیسائی نظام کی شکست وریخت اور اس کے بعد کی مشینی اور صنعتی چیزوں سے ابھرا اور اس سے وحدت کے وسیع تر دائرے جو مذہبی عقیدے سے قائم ہوئے تھے سمٹ سکڑ کر محدود سے محدود تر ہوتے گئے۔ دور انحطاط میں یہی تصور ایشیا اور افریقا میں بھی پھیل گیا اور اب مخلوق خدا مادی اصول پر اقوام میں بٹ چکی ہے۔ [29]

" جدید مملکت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے نظام فکر کو وطنیت کے اجتماعی فلسفے پر مبنی قرار دیتی ہے وطنیت ہی اس کا۔ دین ہے اور یہی اس کا ایمان۔ اپنے اعمال کو حق بجانب ٹھہرانے کے لیے وہ وطنیت کے جذبے کا سہارا لیتی ہے جب مذہب کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو ضرور تھا کہ کوئی دوسرا مسلک یا زندگی کا نقطہ سامنے ہو اقبال نے اپنی نظم "فرمان خدا فرشتوں سے" میں خدا کو فرشتوں کو پیغام دیتے ہوئے دکھایا ہے اور وہ پیغام در حقیقت اس اسلامی انقلاب کے پیغام کا ایک حصہ ہے جس کے اقبال آرزو مند ہیں۔ یہ انقلاب ایسی معاشرت پیدا کرے گا جس میں غریبوں کی محنت سے پیدا شدہ ناکردہ کار امیری مفقود ہو جائے گی غلام اپنے ایمان کی قوت سے بڑے بڑے فرعونوں سے ٹکر لیں گے "[30]۔

" اس میں اس انداز کی سلطانی جمہور پیدا ہو گی جو موجودہ مغربی انداز کی جمہوریت کی طرح سرمایہ داری کا دام فریب نہ ہو گی بلکہ اس میں مساوات حقوق عوام کا وہ انداز ہو گا جو اسلام نے اپنی ابتدا میں کیا تھا۔ جہاں امیر

---

[29] سید عبداللہ، مسائل اقبال (لاہور: اردو اکیڈمی ۱۹۸۷ء)، ص ۳۴۲۔

[30] یوسف حسین خان، روح اقبال (لاہور: ۱۹۹۶ء)، ص ۳۲۸۔

سلطنت بھی عوام کا ہم رنگ اور حقوق و فرائض میں ان کے برابر تھا۔ اس میں تمام فرسودہ رسم و رواج اس طرح ملیا میٹ ہو جائیں گے جس طرح اسلام نے دور جاہلیت کے نقوش مٹا دیے جہاں کاشتکار کی پیدا کردہ روزی کو نکٹھو زمیندار جبر سے حاصل نہ کر سکے گا۔ جہاں خالق اور مخلوق کے درمیان دیر و حرم کے دلال اور کمیشن ایجنٹ وسیلہ نجات بن کر حائل نہ ہونگے جہاں مذہب کے ظواہر پر پابندی سے ریاکار دیندار دوسروں پر اپنا سکا نہ جما سکیں گے اور جدید تہذیب کے پیدا کردہ ڈھونگ کا سفایا ہو جائے گا جس نے انسانوں کو ان کی اصلیت سے بیگانہ کر دیا تھا"[31]۔

اُٹھو! مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو　　کاخِ اُمَرا کے در و دیوار ہِلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے　　کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو[32]

خلاصہ بحث

مغربی نظام تعلیم انسان کو مادی ترقی کی جانب مائل کرتا ہے اور مذہب سے بغاوت کی فضا پیدا کرتا ہے۔ اس کے برعکس، علامہ اقبال ہمیں بار بار قرآن و حدیث کی طرف راغب کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ایسا تعلیمی نظام متعارف کرائے جو امت کو صحیح سمت میں گامزن کرے اور دین کی تجدید کا مقصد رکھے۔

نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے، اقبال نے انہیں "شاہین" کا خطاب دیا، جو ان کے تعلیمی نظریے کی عکاسی کرتا ہے۔ اسلام میں تعلیم کی تکمیل تربیت کے بغیر نامکمل ہے۔ اسلام ایسی تعلیم پر زور دیتا ہے جس کا مقصد طلبہ کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، ان کے طبعی رجحانات کو صحیح سمت میں ڈالنا اور انہیں ذہنی، جسمانی، عملی اور اخلاقی طور پر اس قابل بنانا ہے تاکہ وہ اللہ کے شکر گزار بندے بن سکیں اور کائنات میں اس کی مرضی کے مطابق عمل کریں۔

تعلیم کا یہی صحیح، جامع اور بنیادی مقصد ہے۔ علامہ اقبال نے مغرب کے تعلیمی نظام پر سخت تنقید کی ہے حالانکہ وہ علم کی تلاش میں از خود مشرق سے مغرب گئے اور وہاں تین سال گزار کر اعلیٰ ڈگریاں حاصل کیں۔ اس دوران انہیں وہاں کے تعلیمی نظام، نصاب، اور تدریسی طریقوں کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا جس سے انہیں یہ احساس ہوا کہ مغرب کا تعلیمی نظام بنیادی طور پر مادی بنیادوں پر قائم ہے۔ ایسا علم جس کا مقصد صرف روٹی حاصل کرنا ہو وہ در حقیقت سراسر موت ہے۔

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں　　جس علم کا حاصل ہے فقط دو کفِ جو

31 سید عبداللہ، مسائل اقبال، ص ۳۴۲۔

32 اقبال، کلیات اقبال، ص ۵۳۱۔

سفارشات

- تعلیمی نظام میں تدریس کے معیار کو بہتر بنانا چاہیں اور فکر اقبال کی روشنی میں جدید نظام تعلیم کا نفاذ کیا جاہیں جو قرآن وسنت سے ہمآہنگہوں
- طلباءوطالبات کے شعور میں اضافہ کریں اور مغرب زدہنظام نہہوں۔
- اسلامی ریاست کی بنیادی زمہ داریوں میں سے ایک تعلیم کے فروغ کے لیے کوششیں کرنا اور انکو سرہانا،
- ہماراموجودہ تعلیم نظام انگریزوں کے دور کا چلا آرہا جس کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل مزہب سے زیادہ لگاؤ نہیں رکھتی ہمیں اس کو جزوی طور پر تبدیل کرناہے اور کئیجگہ پر مکملخاتمہ کرناہے۔
- بہتر اخلاقی اقدار اور نظم وضبط سے شناسائی کے بعد نوجوانوں میں اپنی زندگی کے بہتر نصب العین کے تعین کی صلاحیت پیدا ہوسکے۔
- کلام اقبال کو ہمارے سکول مدارس کے نصاب کا حصہ کہ ہمارے طلباءوطالبات جدید فکری رجحانات کی طرف آئیں۔